مغربی ممالک کی شدت پسندی، تہذیبوں میں تصادم کا سبب

جناب شکیل حسن شمسی صاحب ''راشٹریہ سہارا'' دہلی

ان دنوں مغربی ممالک میں شدت پسندی کی ایک ایسی لہر آئی ہے، جو اپنے ساتھ ہر خشک وتر کو بہا کر لے جانا چاہتی ہے۔ یہ شدت پسندی کبھی حجاب پر پابندی کرنے والی عورتوں پر عتاب بن کر ٹوٹتی ہے تو کبھی مسجدوں کے سربلند میناروں کو دیکھ کر چراغ پا ہوجاتی ہے۔ یہ شدت پسندی نائن الیون کے حملے کا انتقام افغانستان کے مظلوم شہریوں پر بم برسا کر لیتی ہے۔ یہی شدت پسندی عراق کی سرزمین کو دوزخ میں تبدیل کر دیتی ہے۔ یہی شدت پسندی ہر قسم کی دہشت پسندی کو اسلامی دہشت گردی قرار دے کر اسلام کو بدنام کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی۔ اس شدت پسندی کی سب سے خاص بات یہ ہے کہ اس نے اپنے ماتھے پر انسانی آزادی، انصاف کے قیام اور تمدن کی حفاظت کے لیبل لگا رکھے ہیں۔ یہ گروہ خود کو tolerant اور libral کہتا ہے۔ یہ شدت پسند گروہ اپنے آپ کو دنیا کی تمام دوسری قوموں سے ممتاز سمجھتا ہے، کیونکہ دنیا نے مادیت کے میدان میں آج جو کچھ بھی ترقی کی ہے اس کا موجد یہی گروہ ہے (حالانکہ دنیا کو اخلاقی پستی کے دلدل میں اسی طبقے نے ہی ڈھکیلا ہے)۔ اس شدت پسند گروہ نے ترقی پسندی کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے اور ہر وہ شخص یا گروہ جس سے اس کے نظریات نہیں ملتے، اس کو اس گروہ نے پسماندہ، انتہا پسند اور شدت پسند کا لقب دے رکھا ہے۔ خاص طور پر مسلمانوں کو fanatic کہنے میں یہ گروہ ایک لمحے کی تاخیر بھی نہیں کرتا، حالانکہ اگر fanaticism کے معنی مغرب کی تیار کردہ لغتوں میں دیکھے جائیں تو ان میں اس لفظ کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے "excessiv intolerance of opposing views" یعنی مخالفین کے نظریات کے تئیں جارحانہ رویہ اختیار کرنا۔ اگر لغت میں بتائے گئے معنوں پر یقین کیا تو خود اہل مغرب ان کی معنویت پر بالکل کھرے اترتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہ بات سب جانتے ہیں کہ fanaticism کئی قسم کا ہوتا ہے۔ کبھی اس پر مذہب کا لبادہ چڑھا ہوتا ہے، کبھی اس پر سیاست غالب ہوتی ہے، کبھی اس پر وطن پرستی یا علیحدہ مملکت کے قیام کا رنگ پھیر دیا جاتا ہے، کبھی اس پر اپنی تہذیب اور اپنی ثقافت کی نقاب چڑھا دی جاتی ہے اور کبھی شدت پسندی کا یہ جذبہ دنیا کی دوسری قوموں کو ہتھیاروں اور اسلحوں کے بل بوتے پر اپنے پیروں تلے دبائے رکھنے کی تمنا کا روپ اختیار کر کے ہمارے سامنے ہوتا ہے۔ کوئی بھی ٹھنڈے دل سے غور کرے تو اس کو مغربی ممالک میں ہر طرح کی شدت پسندی نظر آئے گی، مگر انھوں نے اپنے fanaticism پر مختلف قسم کے پردے ڈال رکھے ہیں۔

فرانس کو ہی لے لیجئے، وہاں کے رہنے والے اپنے معاشرہ کو ایک آزاد اور کھلے ذہن والا معاشرہ قرار دیتے ہیں۔ وہاں کوئی کیسے ہی کپڑے پہنے معاشرہ میں رہنے والوں کو تکلیف نہیں ہوتی، نہ ہی اس سے وہ سوال کرتے ہیں کہ تم نے ایسے کپڑے کیوں پہنے، لیکن مسلمانوں سے ہر قدم پر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ تم نے اپنی پسند کا لباس کیوں پہنا؟ ابھی حال ہی میں فرانس میں ایک مسلم خاتون پر وہاں کی شدت پسند پولیس نے اسی پاداش میں جرمانہ عائد کیا کہ وہ حجاب میں رہ کر کار چلا رہی تھی۔ پولیس کا کہنا ہے کہ یہ لباس ڈرائیونگ کے لئے مناسب

نہیں ہے، کیوں کہ اس میں صرف آنکھیں کھلی تھیں۔ یہاں پر یہ بات کہنا ضروری ہے کہ فرانس سمیت دنیا کے کسی بھی ملک میں کار چلانے کے لئے کوئی ڈریس کوڈ مقرر نہیں ہے۔ صرف ٹیکسی ڈرائیورز اور فارمولہ کار ریس میں حصہ لینے والوں پر ڈریس کوڈ نافذ ہوتا ہے۔ عام آدمی اپنے پسندیدہ لباس میں کار چلا سکتا ہے، اس لئے فرانس میں ایک مسلمان خاتون پر جرمانہ عائد کئے جانے کا کوئی جواز نہیں ہے، لیکن جس ملک کے صدر کی جانب سے حجاب کے خلاف قانون لایا جارہا ہو، وہاں کی پولیس کی طرف سے اس طرح کے اقدام اٹھائے جانے کے علاوہ کیا توقع کی جاسکتی ہے؟ کیا یہ شدت پسندی نہیں ہے کہ جو عورت حجاب میں رہنا چاہے، اس کو حجاب سے روکا جائے؟ کیا مسلم خواتین کو اس بات کی آزادی نہیں ہونی چاہئے کہ وہ اپنی پسند کے کپڑے پہنیں؟ مگر جہاں سرکوزی جیسے شدت پسند لوگ حاکم ہوں، وہاں پر انصاف کی کیا توقع کی جاسکتی ہے؟ اتنا ہی نہیں اس معاملہ میں ایک نیا موڑ اس وقت آگیا، جب خاتون کے شوہر لیس حباد کو ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کا ملزم پایا گیا۔ فرانس میں ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی اجازت تو نہیں ہے، لیکن ایک سے زیادہ خواتین کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کرنے کی کھلی چھوٹ ہے۔ وہاں مسز صرف ایک ہوسکتی ہے، لیکن کئی کئی Mistresses یعنی داشتائیں رکھنے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ ان داشتاؤں سے ہونے والے بچوں کی ولدیت کے بارے میں بھی کوئی سوال نہیں کیا جاتا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ حباد نے فرانس کے اسی قانون کا فائدہ اٹھاتے ہوئے عدالت میں یہی بات کہی کہ اس کی بیوی صرف ایک ہے، بقیہ عورتیں اس کی داشتائیں ہیں۔ اس نے کہا کہ اگر داشتہ رکھنے پر شہریت سلب ہوسکتی ہے تو پھر فرانس کے لاکھوں افراد کو اپنی شہریت کھونا پڑے گی، کیوں کہ فرانس میں Mistresses رکھنے کا چلن عام ہے۔ یہاں پر یہ بتانا ضروری ہے کہ فرانس میں عورتوں کی تعداد بھی مردوں سے زیادہ ہے اور ہم جنسی کے شوقینوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کی وجہ سے بھی عورتیں داشتہ بن کر رہنے پر مجبور ہیں۔ ستم تو دیکھئے کہ حباد نے گناہگاروں کی دنیا میں خود کو بچانے کے لئے اپنے جائز فعل کو گناہ کی صورت میں پیش کیا، تاکہ ایک بیوی سے زیادہ رکھنے کے قانون کی زد سے وہ بچ سکے۔

مغربی شدت پسندی کا ایک اور نمونہ اسی ہفتہ جرمنی میں دیکھنے کو ملا۔ یہاں کی ایک مسلم سیاست داں یوگل ازکان کو جب یہاں کے "Lower Saxony State" میں سوشل منسٹر کے عہدے کے لئے نامزد کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ وہ سرکاری اسکولوں میں لگی صلیبوں کو ہٹوائیں گی، کیوں کہ صلیب ایک مذہبی علامت ہے۔ ان کے اس بیان سے خود کو سیکولر کہنے والے نام نہاد Libral بھڑک گئے۔ یہاں تک کہ ان کی پارٹی کرشچین ڈیموکریٹک پارٹی (جس کی رہنما انجیلا مارکل جرمنی کی چانسلر ہیں) کھل کر ان کے خلاف آگئی اور حکومت کی سطح پر یہ اعلان ہوا کہ نہیں ایسا نہیں ہونے دیا جائے گا۔ کیوں کہ صلیب عیسائیت کا ثقافتی ورثہ ہے۔ اس بات سے سب واقف ہیں کہ اپنی مذہبی شدت پسندی کا اظہار کئے بغیر اہل مغرب اپنے اسکولوں میں عیسائیوں کی علامات کو سیکولر علامتوں کے روپ میں سجاتے ہیں۔

یہی حال ہمارے ملک میں بھی ہے۔ آپ کسی بھی عیسائی اسکول میں چلے جائیں، وہاں آپ کو چرچ ضرور ملے گا۔ مشنریوں کے اسکولوں میں پڑھانے والے اساتذہ بھی عیسائی راہبوں کا لباس پہنے ہوئے ملیں گے۔ مشنری کی طرف سے چلنے والے یتیم خانوں اور اسپتالوں کا بھی یہی حال ہے، وہاں آپ کو ہر قدم پر عیسائیت کی تبلیغ کرنے والے پوسٹر اور بینر ضرور نظر آئیں گے، لیکن اگر یہی سب مسلمانوں کی جانب سے ہو تو ان پر فوراً قدامت پسندی کا لیبل لگا دیا جاتا ہے۔ یہاں پر میں ایک ذاتی تجربہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ جب میرا بیٹا عمران چار سال کا ہوا تو میں اس کا ایڈمیشن کروانے کے لئے لکھنؤ کے ایک مشہور مشنری اسکول میں لے گیا۔ وہاں بچوں کے داخلہ کے لئے

(بقیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔صفحہ ۵۳ پر)

PROF. SYED MUHAMMAD RAZA MOSAVI
RESIDENCE PALLAR
TEHSIL BUDGAM,
DISTT. BUDGAM
P.O. BUDGAM-191111
KASHMEER
Ph: 01951-255131
Mob: 9858440614
E-mail:
shafaatmosvi@gmail.com

JB. HASHIM RAZA RIZVI SB.
'AZAKHANA' 14/109,
SHAHGANJ, AGRA-10
Ph: 0562-2210689 Mob:
9897316422

JB. SYED IRSHAD HUSSAINI
HUSAINI COTTEGE, DOOR NO 334
7TH MAIN, BANNI MANTAB,
"C" LAYOUT
MAYSORE-570015,
KARNATKA
Mob: 09448178709
e-mail:ajsyedhussaini@gmail.com

JB. SYED MEHDI HAIDER RIZVI "BABA"
H.NO. 22-2-693, ASHUFTA
BUILDING P.O. LANE
DARULSHAFA,
HYDRABAD-24 (A.P.)
Mob: 09885806373
e-mail:
humayunsons@yahoo.com

JB. SYED HUSAIN MAHDI RIZVI SB.
NAMI MANZIL, B.L.F
BALRAMPUR-271201 (U.P.)
Mob: 9793271414

(بقیہ......مغربی ممالک کی شدت پسندی..................)

میاں بیوی دونوں کا انٹرویو لیا جاتا تھا۔ میں وہاں انٹرویو دینے پہنچا تو میری اہلیہ حجاب میں تھیں۔ اسکول کی جانب سے انٹرویو لینے والے پرنسپل صاحب ایک عیسائی راہب تھے۔ وہ اپنا خالص مذہبی ڈریس زیب تن کرکے ہمارے سامنے تھے، ان کے دائیں بائیں دو تین راہبائیں بھی سیاہ اسکارف سے اپنا سر ڈھانپے موجود تھیں۔ پورے اسکول میں فادر کہہ کر پکارے جانے والے اس پرنسپل نے انٹرویو کے درمیان میری بیوی سے پوچھا (جو ایجوکیشن میں ایم۔اے۔ کر چکی تھیں) کہ آپ کیا اس قسم کے قدامت پسندانہ لباس میں رہ کر اپنے بچے کی تعلیم وتربیت درست طور پر انجام دے سکیں گی؟ میں ان کے اس سوال سے چراغ پا ہوگیا اور میں نے کہا کہ جب آپ اپنے اس قدامت پسندانہ لباس میں پورا اسکول چلا سکتے ہیں تو یہ ایک بچے کی تعلیم وتربیت کیوں نہیں کرسکتیں؟ ظاہر ہے اس کے بعد میرے بیٹے کا ایڈمیشن اس اسکول میں نہیں ہوسکتا تھا، اس لئے مجھے دوسرا دروازہ کھٹکھٹانا پڑا۔ میں نے یہ واقعہ اس لئے بیان کیا کہ میں یہ بتا سکوں کہ اپنی قدامت پسندی کو کس طرح چھپایا جاتا ہے اور کس طرح دوسروں کو پسماندہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اہل مغرب نے اپنی تہذیب اور اپنی روایات کو دوسروں پر خوب خوب تھوپا ہے اور آج بھی ان کی جانب سے مسلسل یہی کوشش ہورہی ہے کہ اپنے نظریات، اپنے خیالات، اپنی ثقافت، اپنی تہذیب کو وہ ہر اس آدمی پر تھوپ سکیں، جو مغربی ممالک میں آکر آباد ہوگیا ہے۔ ویسے تہذیبوں کا یہ تصادم کوئی نیا نہیں صدیوں سے ان کے درمیان کشمکش چل رہی ہے۔ تشویش کی بات تو یہ ہے کہ ذرائع ابلاغ پر قبضہ ہونے کی وجہ سے اہل مغرب اپنی شدت پسندی پر طرح طرح کے پردے ڈالنے میں کامیاب ہورہے ہیں اور مسلمانوں کی جاوداں تہذیب کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ کرکے سادہ لوح لوگوں کے دلوں کو پراگندہ کرنے میں لگاتار کامیاب ہورہے ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ راشٹریہ سہارا (اردو) ۲۸/اپریل ۲۰۱۰ء)